(1962_2_47_52)

12اپریل1962

ازعدالت الاعظمیٰ

اچھیت ادھیکاری

بنام

ریاست مغربی بنگال

(جے،ایل کپور، کے۔داس گپتا اور رگھوبر دیال،جسٹسز)۔

سپریم کورٹ میں اپیل ۔ ہائی کورٹ کی تصدیق۔ مالکانہ ۔ فیصلہ سنانے میں تاخیر۔ اگرسرٹیفکیٹ دینے کے لئے مناسب بنیاد ہے ۔ آئین ہند،آرٹیکل 134(1)(سی)۔

درخواست گزار پرسیشن جج نے مقدمہ چلایااورقتل کے الزام سے بری کر دیا۔اپیل پر ہائی کورٹ نے انہیں قصوروارٹھہرایااورعمرقید کی سزاسنائی۔درخواست گزارنے آئین کے آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت سپریم کورٹ میں اپیل کے لئے سرٹیفکیٹ اس بنیاد پر دیا تھا کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ سنانے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تھی اورفیصلہ اپیل کی سماعت کے دوران اٹھائے گئے حقائق کے کچھ سوالات سے نمٹنے میں ناکام رہا تھا۔

انہوں نے کہا کہ ہائی کورٹ کی جانب سے دی گئی سرٹیفکیٹ مناسب سرٹیفکیٹ نہیں تھی۔فیصلہ دینے میں تاخیر کی محض بنیادآرٹیکل 134(1)(سی) میں'سپریم کورٹ میں اپیل کے لیے موزوں' کے الفاظ کے دائرے میں نہیں آتی۔ہائی کورٹ کے سامنے اپیل میں اٹھائے گئے نکات پر مصیبت پر سوالات تھے اور ہائی کورٹ نے اس طرح کے سوالات کو مزید غوروخوض کے لئے سپریم کورٹ کو بھیجنے کا جواز پیش نہیں کیا اور اس طرح سپریم کورٹ کو حقائق پر اپیل کی عدالت میں تبدیل کر دیا۔

ہری پداد یو بنام ریاست مغربی بنگال 1956ء ایس سی آر 639 اور سدھیشور گنگولی بنام ریاست مغربی بنگال، (1958) ایس سی آر 749، اس کے بعد۔

بنارسی پرشاد بنام کاشی کرشنا نارائن (1900) ایل آر 28 آئی اے 11 اور رادھا کرشنا ائیر بنام سوامی ناتھنا ائیر (1920) ایل آر 48 آئی اے 31، حوالہ دیا گیا ہے۔

فوجداری اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : 1960 کی فوجداری اپیل نمبر 115۔

کلکتہ ہائی کورٹ کے 18 ستمبر 1959 کے فیصلے اور حکم کے خلاف 1956 کی سرکاری اپیل نمبر 14 میں اپیل کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے آر۔ ایل۔ آنند، گنگا نارائن چندر اور ڈی۔ این۔ مکھرجی اور پی۔ کے۔ بوس شامل ہیں۔

جواب دہندہ کی طرف سے کے۔ بی۔ باگچی، ایس۔ این۔ مکھرجی اور پی۔ کے۔ بوس۔

12 اپریل 1962ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس کپور : یہ کلکتہ ہائی کورٹ کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل ہے جس میں ابتدائی اعتراض کیا گیا ہے کہ آرٹیکل 134 (1) (سی) کے تحت سرٹیفکیٹ مناسب سرٹیفکیٹ نہیں ہے اور اس لئے اسے منسوخ کیا جانا چاہئے۔ ایک اور سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں آرٹیکل 136 کے تحت اپیل کی خصوصی اجازت دی جانی چاہئے اگر ہمیں لگتا ہے کہ ابتدائی اعتراض اچھی طرح سے قائم ہے۔

علی پور میں ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں جیوری کے ساتھ بیٹھے ہوئے ملزم پر تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت قتل کا مقدمہ چلایا گیا۔ جیوری نے بے قصور ہونے کا فیصلہ واپس کر دیا اور اپیل کنندہ کو بری کر دیا گیا۔ اس حکم کے خلاف ریاست نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی اور ڈویژن بنچ نے پایا کہ جیوری کو چارج کرنے میں غلط سمت تھی اور اس لئے شواہد پر غور کرنے کے بعد اس نے جیوری کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اپیل کی اجازت دی اور اپیل کنندہ کو عمر قید کی سزا سنائی۔ اس کے بعد درخواست گزار نے آرٹیکل 134 (1)(سی) کے تحت سرٹیفکیٹ کے لئے ہائی کورٹ میں درخواست دی جسے عدالت کے ایک اور ڈویژن بنچ نے منظور کیا جس نے اپیل کی سماعت نہیں کی تھی۔

سرٹیفکیٹ کی درخواست پر سماعت کرنے والی بنچ کے سامنے تین نکات پر زور دیا گیا۔ (1) یہ کہ فیصلہ سنانے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی اور اپیل کی سماعت کرنے والا ڈویژن بنچ حقائق کے بہت سے سوالوں پر غور کرنا بھول گیا جو اس کے سامنے اٹھائے گئے تھے اور دلائل دیئے گئے تھے۔ (2) ہائی کورٹ کو جیوری کی جانب سے مقدمے میں بریت کے حکم کے خلاف اپیل میں ثبوتوں کے اپنے تخمینے کو تبدیل کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور (3) حقیقت میں ایسی کوئی غلط سمت نہیں تھی جس کی وجہ سے انصاف کی ناکامی یا غلط ٹرائل ہوا ہو اور لہٰذا ہائی کورٹ ثبوتوں کی جانچ پڑتال کا حق دار نہیں تھا۔ فاضل جج صاحبان کی رائے تھی کہ پوائنٹ نمبر 2 اور 3 میں کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن پہلے نکات نے اہمیت کا سوال اٹھایا ہے۔ فاضل چیف جسٹس نے ریمارکس دیئے:

فیصلہ سنانے میں تاخیر یقینی طور پر ایک بہت ہی غیر معمولی حقیقت ہے، اور اس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ کچھ نکات جو درخواست گزار کی طرف سے پہلے دلائل دیئے گئے تھے۔ ڈویژن بنچ اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اس فاضل جج کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے، درخواست گزار نے درخواست کے پیراگراف 18 میں ان نکات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ اس پیراگراف میں اٹھائے گئے نکات اچھے ہو سکتے ہیں یا نہیں، لیکن اگر یہ نکات درخواست گزار کی طرف سے پیش کیے گئے تھے، تو ڈویژن بنچ کے فاضل ججوں کو ان نکات پر فیصلہ کرنے کی ذمہ داری خود پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے سامنے دیئے گئے دلائل میں ریاست کی

جانب سے اس بات سے انکار نہیں کیا جاتا کہ درخواست کے پیرا گراف 18 میں جن نکات کا خلاصہ کیا گیا ہے وہ اپیل کی سماعت کے دوران دفاع کے وکیل نے پیش کیے تھے اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ درخواست گزار اس بنیاد پر آئین کے آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت سرٹیفکیٹ کا حقدار ہے۔

یہی وہ بنیاد ہے جس کی بنیاد پر سرٹیفکیٹ دیا گیا تھا۔ اس عدالت کو اس بنیاد پر غور کرنے کا موقع ملا ہے جن کی بنیاد پر آئین کے آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت سرٹیفکیٹ دیا جا سکتا ہے۔ ہری پدا بی بنام ریاست مغربی بنگال ((1956) ایس سی آر 639، 641) میں کہا گیا تھا کہ ہائی کورٹ کو محض حقائق کے سوال پر آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور اس طرح کے سوال کو مزید غور وخوض کے لئے سپریم کورٹ کو بھیجنا مناسب نہیں ہے اور اس طرح سپریم کورٹ حقائق پر اپیل کی عدالت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بھگوتی جے ٹی نے وہاں کہا:

انہوں نے کہا کہ مکمل اور منصفانہ ٹرائل نہ ہونے کے معاملے میں چیف جسٹس کی جو بھی غلط فہمیاں ہوں، ہماری رائے ہے کہ ان کے پاس آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی اختیار نہیں تھا، جہاں ان کی رائے میں اس میں شامل سوال حقیقت میں سے ایک تھا۔ جہاں مکمل اور منصفانہ ٹرائل نہ ہونے کے باوجود اپیل کنندہ کو یقین نہیں کیا گیا تھا۔ یہ سوال صرف حقائق پر اپیل کنندہ کے معاملے پر مزید غور کرنے میں سے ایک تھا۔

بعد کے معاملے میں سدھیشور گنگولی بمقابلہ مغربی بنگال (1958) ایس سی آر 749) کلکتہ ہائی کورٹ نے اس بنیاد پر ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا کہ اپیل کی سمری خارج ہونے کی وجہ سے اپیل کنندہ کو مکمل طور پر سننے کا اطمینان نہیں تھا اور اس عدالت نے کہا تھا کہ سرٹیفکیٹ دینے کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور حقائق کے مزید سوال پر کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دیا جانا چاہئے۔ اس معاملے میں سنہا جے، (جیسا کہ وہ اس وقت تھے) نے کہا:

اس عدالت نے بار بار ہائی کورٹس کی توجہ اس قانونی موقف کی طرف مبذول کرائی ہے کہ آئین کے آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت یہ 'اجازت دینے' کا معاملہ نہیں ہے بلکہ 'اس بات کی تصدیق' کرنے کا معاملہ ہے کہ یہ معاملہ اس عدالت میں اپیل کے لیے موزوں ہے۔ "تصدیق" ایک مضبوط لفظ ہے اور اس لئے بار بار اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ہائی کورٹ محض حقائق کے سوال پر سرٹیفکیٹ دینے میں غلطی میں ہے، اور یہ کہ ہائی کورٹ اس عدالت کے ذریعہ فیصلے کے لئے اپیل دائر کرنے میں حق بجانب نہیں ہے جب کہ اس معاملے میں قانون کی کوئی پیچیدگی شامل نہیں ہے، اس عدالت کے ذریعہ مستند تشریح کی ضرورت ہے۔

موجودہ معاملے میں ہائی کورٹ نے محض اس بنیاد پر اجازت دی ہے کہ عدالت کا فیصلہ سنانے میں تاخیر ہوئی تھی اور اس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ فیصلہ سناتے وقت وکیل کی طرف سے اٹھائے گئے کچھ نکات نظر انداز ہو گئے۔ یہ تمام نکات حقیقت کے سوالات تھے۔ ہائی کورٹ نے کہا کہ عرضی میں اٹھائے گئے سوالات اچھے ہو سکتے ہیں یا نہیں لیکن اگر ان نکات کو آگے بڑھایا جاتا ہے تو ججوں کو ان نکات پر فیصلہ کرنے کی ذمہ داری خود پر عائد ہوتی ہے۔

دو فیصلوں میں اس عدالت کے فیصلوں کے بعد یہ حیرت کی بات ہے کہ ہائی کورٹ کو فیصلہ سنانے میں تاخیر کی بنیاد پر سرٹیفکیٹ دینا چاہئے تھا اور اتنا ہی معمولی بنیاد یہ تھا کہ جو سوالات اٹھائے گئے تھے ان میں سے کچھ فیصلے کے وقت بھول گئے تھے۔ اگر اپیل کنندہ کو ایسی کوئی حقیقی شکایت ہے تو اس کے لئے یہ کھلا ہے کہ وہ دفعہ 136 کے تحت اس عدالت میں درخواست دے سکتا ہے لیکن تاخیر کی محض بنیاد ایسی بنیاد نہیں ہے جس کی بنیاد پر ہائی کورٹ کسی معاملے کو اس عدالت میں اپیل کے لئے موزوں قرار دے سکے۔ بناری پرشاد بمقابلہ کاشی کرشنا نارائن ((1900) ایل آر 28 آئی اے 11) اور رادھا کرشن ایر بمقابلہ سوامی ناتھ ایر ((1920) ایل آر 48 آئی اے 31) میں پریوی کونسل نے کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 109 (ای) کی تشکیل میں نشاندہی کی کہ اس شق کے تحت کسی کیس کو سرٹیفکیٹ دینے کے لئے بہت یا وسیع عوامی اہمیت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ ہماری رائے میں فیصلہ دینے میں تاخیر کی محض بنیاد' سپریم کورٹ میں اپیل کے لیے

موزوں' کے الفاظ کے دائرے میں نہیں آتی، بھلے ہی ہائی کورٹ کو یہ محسوس ہو کہ تاخیر کی وجہ سے حقائق اور قانون کے سوالوں پر دلائل پر غور کرنے سے گریز کیا جاسکتا ہے۔ ہائی کورٹ کے لیے یہ کھلا نہیں ہے کہ وہ اس شق کے تحت فٹنس سرٹیفکیٹ دے کیونکہ اس کی رائے میں کسی دوسری بنچ کے ذریعے دیا گیا عدالت کا فیصلہ کچھ حقائق کے حوالے سے غلطی کا شکار ہے۔ ہمارے خیال میں کلکتہ ہائی کورٹ کی طرف سے دیا گیا سرٹیفکیٹ مناسب سرٹیفکیٹ نہیں تھا اور اسے منسوخ کیا جانا چاہئے۔

اس کے بعد درخواست کی گئی کہ آرٹیکل 136 کے تحت خصوصی اجازت دی جائے اور اپیل کی سماعت کی جائے کیونکہ ریکارڈ پرنٹ کیا جاچکا ہے اور اس مواد پر اگر اجازت دی جاتی ہے تو اپیل پر مناسب بحث کی جاسکتی ہے۔ ہم نے اپیل کنندہ کے وکیل کو سنا ہے اور ہمیں اس معاملے میں خصوصی اجازت دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ لہٰذا اپیل خارج کر دی جاتی ہے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.06.12 15:12
I am the author of this document